

حدیث اور علم حدیث

حضرت مولانا لطافت الرحمن رحمۃ اللہ علیہ

پیش لفظ:..... اس مضمون میں عنوان بالا کے دونوں حصوں پر جو کچھ عرض کرنا ہے، اس میں ایک تو نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مضمون کو عام فہم بنانے کے لیے ہر ممکن کی کوشش کی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ میں بعض علمی اور ضروری باتوں کو بھی مضمون میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ نیز چونکہ مضمون کا زیادہ تر مواد کچھ درسی محفوظات اور مخطوطات سے وابستہ ہے، اس لیے تمام حوالہ جات کی تکمیل نہ ہو سکی تاہم نقول قابل وثوق ہیں۔ واللہ المستعان وعلیہ الثقة والتکلان۔

لفظ حدیث کا لغوی معنی:..... لفظ حدیث میں عام طور پر قدیم شراح حدیث کا خیال ہے کہ لغوی معنی کے لحاظ سے یہ لفظ ”حدوث“ سے لیا گیا ہے۔ جو قدم کی ضد اور مقابل ہے، گویا وحی منلو جو کلام اللہ ہے وہ قدیم ہے اور وحی غیر منلو جو کلام الرسول ہے، وہ حادث ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، جلال الدین سیوطی اور دیگر شارحین حدیث نے لفظ میں حدوث و قدم کا تقابل زیر نظر رکھا ہے، لیکن حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس موقع پر جو محدثانہ تحقیق فرمائی ہے (۱)۔ وہ معمولی تغیر و اضافہ کے ساتھ حسب ذیل ہے:

فرماتے ہیں کہ لفظ حدیث لغوی معنی کے اعتبار سے ”تحدیث بالمعنی“ سے ماخوذ ہے سورۃ الضحیٰ کی آخری آیت کا ایک گونہ اقتباس ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں حضور علیہ السلام پر اپنے چند مکارم و عنایات کو شمار کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ یتیم، بظاہر بے آسرا تھے، اللہ نے آپ کو ٹھکانہ دیا، آپ کے پاس مستقل شریعت نہ تھی، اللہ نے آپ کو مکمل شرع و منہاج عطا فرمایا۔ آپ تنگدست تھے اللہ نے آپ کو غنی کر دیا۔ آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے درج بالا تین جلیل القدر نعمتوں کے رد عمل میں گزشتہ ترتیب کو بدل کر حضور علیہ السلام کو تین باتوں کا حکم دیا:

۱۔ یتیم کو غصہ نہ ہو، جب کہ تم پر خودیہ حالت گزری ہے۔

۲۔ سائل و مسکین کو نہ ڈانٹو، جب کہ تم خود اس حالت سے دوچار رہے ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم تر نعمت کی تحدیث اور چرچا کرو جو بہ صورت ملتِ مستقلہ آپ کو دی گئی، جس کے لیے آپ کو شاں اور ساعی و داعی تھے، بلکہ استقبالِ قبلہ کے بارہ میں تو اللہ نے صاف فرمایا: فَذَرْنِي تَقَلَّبْ وَجْهَكَ فِي السَّمَاءِ۔ اب اس توجیہ کے تحت چونکہ شریعتِ حقہ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کا تمام تر سلسلہ ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ بنا برآں اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے پھیلانے اور رواج دینے کا حکم دے دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیث ہی اس نعمتِ جلیلہ کی نشر و اشاعت، ترویج و تبلیغ کا ذریعہ اور سنگِ بنیاد ہے۔ بہ الفاظ دیگر آیتِ کریمہ:وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کی تکمیل اور تعمیل ہے۔

پھر تحدیثِ نعمت کی یہ ہم جن وسیع اور مستحکم بنیادوں پر استوار ہو کر چلائی گئی ہے اور ظاہری ذرائع و وسائل کے فقدان یا قلت کے باوجود اس نعمت کا جو چرچا ہوا ہے، ہو رہا ہے، ہوتا رہے گا، یہ سب باتیں انسانی سعی و کوشش کی سطح سے بالاتر ہیں اور حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی عملی تشریح ہے۔

ابتداء اسلام میں خود پیغمبر اسلام علیہ التحیہ والسلام اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام نے اس دینِ قیم کے پھیلانے میں جو کارنامے انجام دیے ہیں، نیز زمانہ مابعد میں اس نعمتِ جلیلہ کا بحرِ ذخار جس وسیع اور ہمہ گیر پیمانہ پر اطرافِ عالم پھیلتا چلا گیا ہے، وہ سب باتیں واضح ہیں۔ غرض یہ کہ امتِ مسلمہ کے اسلاف اور اخلاف میں حدیثِ نبوی کی روایت بھی جاری رہی اور درایت بھی۔ درس و تدریس کا کام بھی ہوتا رہا اور قضاء و فتویٰ کا بھی۔ تصنیف و تالیف بھی ہوتی رہی اور حفظ و نگہداشت بھی۔ اگر عہد رسالت میں حضراتِ صحابہ، اصحابِ صفہ نے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کو یاد کرنے اور مشکوٰۃ نبوت سے صحیح طور پر سمجھنے کے لیے مدرسہ و مکتب کی بنیاد قائم کی تھی تو یہ سلسلہ بھی بحمد اللہ قیامِ قیامت تک جاری رہے گا..... ”ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما“

تاریخ اسلام کے قرونِ شہود لہا باخیر اور ماضی بعید کے زریں ادوار سے قطع نظر کر کے ماضی قریب ہی کو لے لیا جائے جبکہ مذہب اسلام کو ہندوستان میں بھی سیاسی عروج حاصل ہوا اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ یہاں حدیثِ رسول پہنچ کر رواج پذیر ہوتی چلی گئی اور رفتہ رفتہ نبوت بہ ایں جا رسید کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور ان کے رفقاء کا راکا بر نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا، جو شرع محمدی اور حدیثِ نبوی کے پھیلانے کا ایک زبردست عالمی مرکز ہے اور اس وقت تمام ممالکِ اسلامیہ کے علاوہ خود ہندوستان و پاکستان میں اس کی ذیلی شاخیں اور علمی مراکز کارفرما ہیں۔ جو دفاعِ دین اور موضوعِ مضمونِ تحدیثِ نعمت کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں جن میں سے پاکستان کے چیدہ چیدہ اور بلند علمی مدارس حسب ذیل ہیں:

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، مدرسہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی، دارالعلوم کراچی، جامعہ خیر المدارس ملتان، قاسم

العلوم ملتان، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ مدینہ لاہور۔ مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی، دارالعلوم سرحد پشاور، جامعہ اشرفیہ پشاور وغیرہ۔

لفظ حدیث کا اصطلاحی معنی:..... حدیث کے اصطلاحی معنی یعنی فنی تعریف و تحدید میں اس حد تک توافق ہے کہ، الحدیث اقوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و افعاله و احواله۔ افعال میں تقریر اور بعض قسم کے وہ ترک بھی داخل ہیں جن کی تفصیل امام شاطبیؒ سے منقول ہے (۲)۔ البتہ احوال کے معنی مراد میں علماء حدیث اور علماء اصول فقہ کی دو مختلف اصطلاحیں ہیں۔ چونکہ علم اصول فقہ کی تعریف ہی ”ان علم اصول الفقہ علم یبحث فیہ عن اثبات الادلۃ للاحکام فموضوعہ علی المختار هو الادلۃ والاحکام جمیعاً“ ہے اور حکم کا معنی یہاں پر:..... خطاب اللہ المتعلق بافعال المکلفین اقتضاءً او تخبیراً او وضعاً ہے۔ اس بناء پر علماء اصول فقہ کا مطلق نظر انسان کے اختیاری اور ارادی افعال ہیں، جس کے لحاظ سے حضور علیہ السلام کے غیر اختیاری حالات اور کوائف مثلاً ولادت، رضاعت، طفولیت، حلیہ و شمائل، شکل و شبہت، مرض، وفات کے احوال و کیفیات ان کی اصطلاح کی رو سے حدیث کی تعریف سے خارج ہیں۔ اس کے برخلاف علماء فن حدیث کے یہاں چونکہ احوال میں اختیار و ارادہ کی کوئی قید نہیں ہے، اس وجہ سے ان کی اصطلاح کے تحت درج بالا تمام حالات و متعلقات پر مشتمل وہ روایات و احادیث بلکہ آثار و اخبار تک حدیث میں داخل ہیں جن کا سرچشمہ کسی بھی طور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بیہود کمالات ہو اور یہی وجہ ہے کہ سیرت مقدسہ کو علم حدیث کے آٹھ عظیم الشان حصوں میں سے ایک حصہ قرار دیا گیا ہے اور کتب حدیث میں سے جامع وہ کتاب ہوتی ہے جس میں ذیل کی آٹھ باتوں میں سے ہر ایک کے متعلق روایات کافی اور معتد بہ مقدار میں مروی ہوں:

سیر آداب و تغیر و عقائد

فتن احکام و شرائط و مناقب

چنانچہ کتب احادیث سے متعلق ضابطہ کے تحت عام طور پر صحیح مسلم کو بھی جامع نہیں کہا جاسکتا ہے، کیونکہ اس میں تفسیر سے متعلق احادیث کم اور نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اگرچہ ان چند روایات کی وجہ سے صاحب قاموس علامہ مجدد الدین فیروز آبادی نے اپنی سند حدیث متصل کرنے کی خاطر اپنا جو میر العقول کا نامہ ذیل کے تین شعروں میں بیان کیا ہے اس میں انہوں نے صحیح مسلم کو جامع مسلم کے نام سے یاد کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

قرأت بحمد لله جامع مسلم

بحوف دمشق الشام جوفاً لاسلام

علی ناصر الدین الامام ابن جہیل

بحضرة حفاظ مشاہیر اعلام

وتم بتوفیق الالہ وفضلہ

قراءة ضبط فی ثلثة ایام (۳)

اوپر محیر العقول کا رنامہ کہنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ صاحب قاموس نے پوری صحیح مسلم کو ضبط و استحکام کے ساتھ اپنے استاد ناصر الدین ابن جہیل کو صرف تین دن میں سنا کر اپنی سند متصل کر دی۔ اگرچہ اس سے زیادہ حیران کن سرعت قرات وہ ہے جس کے متعلق علامہ زبیری فرماتے ہیں: وقرأت فی تاریخ الذہبی فی ترجمة اسماعیل بن احمد الحیری النیسابوری الضریح مانصہ۔ وقد سمع علیہ الخطیب لبغدادی بمکة صحیح البخاری سماعہ من الکیثی فی ثلثة مجالس۔ قال وهذا شیء لا اعلم احداً فی زماننا یتطیعہ۔ یعنی صاحب قاموس نے تو تین دن میں پوری صحیح مسلم استاذ کو سنا دی تھی، لیکن خطیب بغدادی نے اپنے نابینا استاذ اسماعیل بن احمد حیری کو پوری صحیح بخاری صرف تین نشستوں میں سنا ڈالی۔ زبیری فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں اس طرح کرنا کسی کے بس کی بات نہیں معلوم ہوتی (۴)۔

ترویج حدیث:..... میں اس بارہ میں بھی علمی سطح پر تدوین حدیث وغیرہ باتوں کی مکمل اور مفصل بحث نہیں چھیڑتا ہوں، بلکہ صرف معلوماتی انداز میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ حدیث رسول نے وقت گزرنے پر خود ہی ایک بحر موج کی طرح پھیلنا شروع کر دیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ رفع ذکر منظور تھا اس وجہ سے اس کا سلسلہ نہایت وسیع اور طویل و عریض طور پر رواج پذیر ہوتا چلا گیا۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ کام عروہ ابن شہاب زہری نے کیا ہے اور انہیں کی زیادہ تر سعی و کوشش سے قرن دوم کے اوائل میں حدیث نے رواج اور فروغ پایا، جس کا باعث یہ بنا کہ اصحاب کرام کی ایک بہت بڑی تعداد غزوات میں شہید ہوئی، عمر بن عبدالعزیزؒ نے والی مدینہ ابوبکر ابن حزم کے نام فرمان جاری کیا اور کہا کہ احادیث کو جمع اور محفوظ کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ فرمایا: انسی خفت دروس العلم وذہابہ (۵)۔ جس کے رد عمل میں احادیث کا ذخیرہ جمع اور محفوظ ہونے لگا، مکہ مکرمہ میں ابن جریج، مدینہ منورہ میں امام مالک، خراسان میں عبداللہ بن مبارک، شام میں اوزاعی، کوفہ میں سفیان، بصرہ میں حماد، یمن میں معمر، رے میں جریر۔ ان سب حضرات نے حدیث کو حفظ و روایت، درس و تدریس اور جمع و تدوین کے ذریعہ محفوظ کیا (۶)۔

یہ تو خیر زمانہ مابعد کا قصہ تھا خود عہد رسالت میں صحابہ کرام نے احادیث کے حفظ و روایت کا کام بڑے وسیع

پیمانے پر انجام دیا ہے۔ احادیث کے مستقل روایت کرنے والے صحابہؓ کا شمار علامہ ابن عبد اللہ نے تین ہزار پانچ سو بتایا ہے۔ علامہ ابن جزری نے سات ہزار پانچ سو چون لکھا ہے۔ بعض نے رواۃ صحابہؓ گیارہ ہزار قرار دیے ہیں، علی بن ابی زرعہ نے بلا واسطہ شرفِ سماع حاصل کرنے والے صحابہؓ کا شمار ایک لاکھ چودہ ہزار بتایا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے کتاب التلخیص میں رواۃ صحابہؓ کی جو فہرست دی ہے اس میں چند کثیر الروایت صحابہؓ کے نام اور ان کے روایت کا خاکہ حسب ذیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے	۵۲۷۵
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے	۲۳۸۰
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے	۲۶۶۰
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے	۱۵۸۰
حضرت عبد اللہ بن عمر سے	۱۴۳۰
حضرت عبد اللہ بن مسعود سے	۸۴۸

اس درج بالا حفظ و روایت کے علاوہ درس و تدریس اور درایت و فقہیت کے ذریعہ بھی ترویج حدیث کی راہ میں امت مسلمہ کے اسلاف نے جس ہمت، محنت و زحمت سے کام لیا ہے، اس کی بھی ایک معمولی جھلک ملاحظہ ہو:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں درس حدیث دیا کرتے تھے ان کے دروس میں چار ہزار شاگرد شریک ہوئے ہیں اور چونکہ وہ مجتہدین صحابہؓ میں سے تھے۔ اس وجہ سے ان کے دروس سے فقہ و اجتہاد کا سنگِ بنیاد رکھا گیا ہے۔ اور خاص طور پر فقہ حنفی تو عبد اللہ بن مسعودؓ کی محنت کا ثمرہ اور پیداوار ہے، گویا وہ اس کھیت کے کاشت کار ہیں اور باقی حضرات اس میں یہی کچھ کام کر چکے ہیں، جو ذیل کے دو شعروں میں بیان کیا گیا ہے (۷)۔

الفقہ زرع ابن مسعود و علقمہ

حصادہ ثم ابراہیم دو اس

نعمان طاحنہ یعقوب عاجنہ

محمد خابز والا کل الناس

یعنی فقہ حنفی کا بیج عبد اللہ بن مسعودؓ نے بویا اور فصل کو پختہ ہونے کے بعد علقمہ نے کاٹا پھر ابراہیم نے اس کو روند کر دانہ صاف کیا، امام ابو حنیفہؒ نے اس کا آٹا تیار کیا، امام ابو یوسفؒ نے آٹا گوندھا، اور امام محمدؒ نے اس سے روٹی پکائی اور لوگ کھاتے رہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بعد جب درس و تدریس کا یہ رواج چلا ہے تو بنا بہ روایت تذکرۃ الحفاظ، علی بن عاصم کے درس میں تیس ہزار سے زیادہ تلامذہ نے شرکت کی (۸)۔ یزید بن ہارون کے درس میں ستر ہزار شاگرد شریک ہوئے۔ امام عاصم بن علی بن عاصم کے درس میں حاضرین کا اندازہ ایک لاکھ سے زیادہ لگایا گیا ہے (۹)۔ ابو مسلم خراسانی کے درس حدیث میں تلامذہ کے علاوہ چالیس ہزار سننے والے ہوا کرتے تھے۔ صرف کوفہ میں اس وقت چار ہزار محدث عالم بنے ہیں۔ امام مالک کے شاگردوں کا شمار اسی ہزار بتلایا گیا ہے۔ سلیمان بن حرب مامون الرشید کے استاذ حدیث تھے۔ مامون خود لکھتا تھا اور حاضرین چالیس ہزار تھے۔ امام بخاری سے نوے ہزار تلامذہ نے روایت کی ہے۔ کوفہ میں عفان بصری شیخ بخاری نے چار ماہ کے عرصہ میں پچاس ہزار احادیث لکھیں اور کہا کہ اگر چاہوں تو مزید ایک لاکھ لکھ سکتا ہوں۔

حفظ حدیث:..... اس سلسلہ میں فنی اور اصطلاحی طور پر حفاظ حدیث کے کچھ درجات مقرر کیے گئے ہیں جو مشہور اور تمام شروح حدیث میں مذکور ہیں۔ چنانچہ ایک لاکھ احادیث یاد کرنے والے کو حافظ اور تین لاکھ کے حافظ کو حجت کہا جانے لگا۔ جس کو تمام احادیث مرویہ کے متون، اسناد جرح و تعدیل تاریخ، نسخ و غیرہ کل متعلقہ حالات کا حاوی علم حاصل ہو اس کو حاکم کہتے ہیں۔ اس بارہ میں محدثین کبار کے حفظ احادیث کا ایک مختصر خاکہ بھی پیش کرتا ہوں:

علامہ زاہد کوثری کی روایت کے مطابق محمد بن اسحاق سترہ لاکھ احادیث کے حافظ تھے، ابو بکر رازی ایک لاکھ کے، ابو العباس اور مسلم تین تین لاکھ کے، ابو داؤد پانچ لاکھ کے، ابو زر عسات لاکھ سے کچھ زیادہ کے۔ امام احمد بن حنبل دس لاکھ کے یحییٰ بن معین بارہ لاکھ کے۔

مالی قربانیاں:..... مشہور امام حدیث اکبر التالبعین عروہ بن شہاب زہری نے تحصیل حدیث کی راہ میں اپنی کل جائیداد فروخت کی اور آخر کار گھر کا شہتیر بھی فروخت کر دیا۔ تحصیل علم کی مہم سر کرنے میں ابن مبارک نے چالیس ہزار درہم۔ یحییٰ بن معین نے دس لاکھ درہم۔ علامہ ذہبی نے پندرہ لاکھ درہم، علامہ ابن رستم نے تیس لاکھ درہم، امام عبداللہ نے ستر لاکھ درہم خرچ کیے (۱۰)۔

امام ابو حنیفہؒ کے متعلق علامہ ابن مسعود سندھی نے مقدمہ کتاب العلم میں تصریح کی ہے کہ انہوں نے طلب علم میں دو لاکھ رقم خرچ کی تھی۔ ان کے شاگرد امام محمد بن حسین شیبانی کا بیان ہے کہ مجھے اپنے باپ کے ترکہ میں سے تیس ہزار درہم ملے تھے۔ جن میں سے پندرہ ہزار شعر و ادب کی تحصیل میں خرچ ہوئے۔ اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تعلیم پر۔ امام محمد کے شاگرد ہشام بن عبید اللہ رازی جو ان سے جامع کبیر کے راوی ہیں ان کے متعلق حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ انہوں نے تحصیل علم میں سات لاکھ رقم خرچ کی تھی (۱۱)۔ اسی طرح حافظ کبیر بن سخر نے تحصیل علم پر نو

ہزار اشرفیاں خرچ کیں۔ علامہ ذہبی نے ڈیڑھ لاکھ درہم۔ حافظ ابو بکر جوزی نے ایک لاکھ درہم۔ حافظ حدیث علی بن عاصم کا بیان ہے کہ آغا ز طلب علم میں مجھے میرے والد نے ایک لاکھ درہم دیے اور کہا کہ اس کے عوض ایک لاکھ حدیث یاد کرنا ہوں گی (۱۲)۔ امام بخاری کے والد بہت بڑے سرمایہ دار تھے۔ امام بخاری نے وہ ساری جائیداد طلب حدیث میں صرف کر دی۔

بدنی کلفت و مشقت:..... اس بطور ”مشتتہ نمونہ از خروارے“ یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی بیوہ والدہ کے زیر سایہ ترکستان، عرب، خراسان، ایران کے ایک ایک شیخ کی درس گاہ کو طلب حدیث کے لیے چھان ڈالا۔ محمد بن فرح اموی اندلسی نے یورپ، ایشیا، افریقہ تین براعظموں کو طلب علم کے لیے قطع کیا، اور اسپین، قرطبہ، مصر و دمشق، صنعاء یمن وغیرہ کے مدارس میں پہنچے۔ ابو محمد عبد اللہ بن عینی بن حبیب اندلسی وزارت کے خانوادے سے تھے، اسپین میں علم سے فارغ ہو کر مزید طلب علم کے لیے اسکندریہ مصر پھر عراق میں داخل ہوئے اور بغداد میں مقیم رہے۔ پھر خراسان کی راہ لی، نیشاپور اور بلخ میں قیام کیا۔ پیدا اسپین میں ہوئے اور ۵۴۸ھ کو ہرات میں وفات پا کر وہاں دفن ہوئے۔ ابو قالی عراق کے شہر دیار بکر میں پیدا ہوئے۔ طلب علم کے لیے موصل، بغداد، اسپین گئے اور ۳۵۲ھ کو وفات قرطبہ میں پائی۔ حماسہ کے مشہور شارح علامہ تبریزی نے کتابوں کا پٹارہ پیٹھ پر باندھا اور ابو العلاء المعری کی خدمت میں شام پہنچے اور پسینے سے کتابوں کی یہ حالت تھی کہ ان کا ایک ایک ورق دوسرے چپک گیا تھا۔ یہ اس زمانہ کے مسلمانوں کے کسب علوم کا جذبہ اور طلب صادق کا حال ہے جس میں موجودہ مواصلات اور ذرائع حمل و نقل کا نام و نشان نہ تھا اور اکثر مسافت پیدل طے کرنا پڑتی تھی (۱۳)۔

علم الحدیث:..... عنوان مضمون کے اس جز دوم کے تحت بھی میں اس وقت صرف علم الحدیث کی مبادی اور چند ذیلی فنون کا ذکر کرتا ہوں۔ علم الحدیث کی مبادی ثلاثہ میں سے اس کی مشہور تعریف تو وہ ہے جو شیخ عز الدین ابن جماعہ سے منقول ہے (۱۴)، جس کو سیوطی وغیرہ سب ہی محدثین نے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:..... علم الحدیث علم بقوانین يعرف به احوال السند والمتن۔ سند حدیث راویوں کے اس مجموعے کا نام ہے، جس کے ذریعہ کسی کو حدیث پہنچتی ہے اور متن حدیث، اختتام سند پر حدیث یا اثر، سنت یا خبر کے الفاظ کو کہتے ہیں۔ علم حدیث کے غرض و غایت کے متعلق بھی ابن جماعہ کے الفاظ یہ ہیں: وغایۃ معرفۃ الصحیح من غیر۔ موضوع علم حدیث، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور بعض دیگر محدثین نے ذات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من حیث انہ رسول و نبی قرار دیا ہے۔ اور جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی (۱۵)، جلال الدین دوانی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ہر علم و فن بے شمار قواعد کلیہ اور مسائل جزویہ کا مجموعہ ہوتا ہے جن کو بہ جہت وحدت ہی ایک فن اور علم قرار دیا جاتا ہے۔ گویا فن

کے تمام مسائل کسی واحد موضوع اور ایک ہی جہت وحدت کے محور پر گھومتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی مسئلہ فن کا موضوع براہ راست فن کا موضوع نہ ہو تو اس کو بھی مقررہ عنوان پر لایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح علم حدیث بھی بہت سے علوم وفنون کا منبع اور سرچشمہ ہوتے ہوئے مقررہ جہت وحدت کے لحاظ سے ایک علم کہلایا جاسکتا ہے، حالانکہ اس فن لطیف سے بہت ہی علوم وابستہ یا بہ الفاظ دیگر یہ علم علوم کے ایک کثیر عدد پر حاوی ہے جو کسی نہ کسی درجہ میں وہ علم حدیث ہی کی ایک شاخ ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے علم التفسیر کے بارہ میں اسی عدد (۸۰) علوم مستنبطہ کا ذکر فرمایا ہے (۱۶)۔ اسی طرح علم حدیث کے ذیلی علوم میں سے بھی کم از کم ۵۵ علوم کو مدون کیا گیا ہے جن میں سے چند ایک کا علامہ حازمی نے ذیل میں ذکر کیا ہے:

علم اسماء الرجال، علم اصول الحدیث، علم الروایت، علم الدراایت، علم تدوین الحدیث، علم النسخ والمسنوخ، علم النظر فی الاسناد، علم کیفیت الروایت، علم حفظ الحدیث، علم المتکلف والمختلف، علم طبقات الحدیث، علم غریب الحدیث، علم الجرح والتعديل، علم طرق الحدیث، علم الموضوعات، علم علل الحدیث، علم تصحیف الاسماء، علم الوجدان، علم روایۃ الآباء عن الابناء، علم روایۃ الصحابہ عن التابعین، علم موضح الاوهام، علم الجمع والتفریق، علم اسباب ورود الحدیث۔

اس موقع پر تمام مذکورہ بالا علوم کی تفصیلات و تشریحات نہ تو ممکن ہے اور نہ مقصود، جن میں سے بعض کو علامہ ابن حجر نے نخبہ الفکر میں بیان فرمایا ہے۔ البتہ علم اسماء الرجال کے بارہ میں ایک تو انگریز محقق ڈاکٹر اسپرنگر کے اس مشہور نوٹ پر قارئین کی توجہ مبذول کروا رہا ہوں جو اس نے اپنی کتاب انگریزی مقدمہ اصباحہ میں لکھا ہے کہ مسلمان قوم نے علم اسماء الرجال کے ذریعہ پانچ لاکھ آدمیوں کے حالات قلمبند کر کے وہ کارنامہ انجام دیا ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی ترقی یافتہ مذہب میں نہیں ملتی ہے اور مذہب اسلام کی خصوصیات میں سے ایک امتیازی خصوصیت ہے۔

نیز علم اسماء الرجال کے ذریعہ مسلمان قوم نے جس سیاسی انتظام و استحکام اور تحقیق و تجسس کا ثبوت فراہم کیا ہے وہ بھی نہایت قابل غور ہے، جس کے سلسلہ میں ذیل کے تین واقعات بطور نمونہ عرض کرتا ہوں:

۱۔ عبداللہ حاکم سے ایک شخص نے حدیث بیان کی، انہوں نے پوچھا کہ کس سے روایت کرتے ہو؟ جواب دیا کہ فلاں (عبد بن حمید) سے فلاں سن میں۔ اس پر حاکم موصوف نے شاگردوں سے کہا کہ دیکھو یہ شخص عبد بن حمید کے مرنے کے سات سال بعد اس سے روایت کرتا ہے۔

۲۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں یہود نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے اس مضمون کی دستاویز پیش کی کہ یہود خبیر کو جزیہ دینے اور بیگار کرنے سے معاف کر دیا گیا تھا۔ خلیفہ نے محدثین وقت سے تحقیق کرائی اور دستاویز کو جن وجوہات سے جعلی قرار دیا گیا ہے، ان باتوں کا تعلق علم اسماء الرجال سے ہے۔ ایک یہ کہ اس

میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی گواہی درج تھی، حالانکہ وہ غزوہ خیبر سے قبل غزوہ خندق میں وفات پا چکے تھے۔ دوسری بات یہ کہ دستاویز کا کاتب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو بتایا گیا تھا جب کہ وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

۳۔ اس علم کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ ایک واقعہ پیش آیا کہ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں عبدالکریم وضاع احادیث کا جرم (وضع احادیث) جب ثابت ہوا اور خلیفہ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا تو اس نے کہا کہ ان چار ہزار احادیث کا تم کیا کرو گے جو میں نے بنانا کراطراف عالم میں پھیلا دی ہیں؟ اس پر خلیفہ نے فرمایا کہ عبداللہ ابن مبارک اور فزاری ایک ایک حرف کر کے لوگوں کو بتادیں گے (۱۷)۔

مضمون کے آخر میں یہ عرض کرنا شاید بے جا نہ ہو کہ علوم شرعیہ میں علم حدیث کی حیثیت کسی عمارت کی حشمت اولین اور سنگ بنیاد کی ہے اور اگرچہ اَدلہ شرع میں سب سے مقدم اور معظم تو کتاب اللہ ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس کا صحیح اور قابل عمل فہم و سمجھ، منطوق و مفہوم، تاویل و تفسیر صرف وہی ہو سکتی ہے جو حدیث اور علم الحدیث کی راہنمائی میں ہو۔ گویا یہاں دانشورانِ یورپ اور حکماءِ یونان سے ذاتی نتائج فکر اور خود ساختہ تفسیر و تشریح کا کوئی وزن نہیں ہے۔

بہ نیم جو نہ خرم علم و حکمت یونان
چو پیش من ز علوم محمد عربی ہست

بلکہ قرآن کریم کا معنی بیان کرنا قرآن والے کے ذمہ لگا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بعثین للناس ما نزل الیہم و یعلمہم الكتاب والحکمة۔ اندریں حالات علم حدیث ہی تمام دینی اور مذہبی علوم کا سرچشمہ و سر تاج اور منبع و مرجع ہے۔ اور جو علم و فن کہ حدیث کی روشنی میں یا اس کے خادم اور آلہ کی حیثیت سے ترتیب و تدوین پا گیا ہے۔ وہ تو بیشک علم و فن کہلانے کا مستحق ہے، مگر جس علم کو اس جو ہر عزیز اور متاع گراں نمایہ سے براہ راست یا بالواسطہ کوئی سروکار نہ ہو وہ حقیقتاً علم نہیں ہے۔ حق ماقبل

العلم ما قبل فیہ حدثنا
وما سوی ذاک و سواس الشیاطین

حوالہ جات:..... (۱) مقدمہ فتح الملہم، ص ۱۔ (۲) مقدمہ فتح الملہم، ص ۲۵۔ (۳) تاج العروس ج ۱ ص ۱۴۔ (۴) تاج العروس ج ۱ ص ۱۴۔ (۵) فیض الباری ج ۱۔ (۶) فیض الباری ج ۱۔ (۷) رجعتا ص ۵۰۔ (۸) تذکرہ ص ۲۹۲۔ (۹) تذکرہ ص ۳۶۴۔ (۱۰) تاریخ حدیث عبدالکریم (۱۱) تذکرۃ الحفاظ ص ۳۵۵۔ (۱۲) تذکرۃ الحفاظ ۲۸۹ (۱۳) حضرۃ الاستاذ علامہ شمس الحق افغانی بحوالہ الرشید۔ (۱۴) فتح الملہم ص ۲۔ (۱۵) مطول ص ۲۳۔ (۱۶) اتقان ج ۱ ص ۷۔ (۱۷) تاریخ حدیث عبدالکریم ص ۱۰۷